



30 2 20

50-49 2 شمس

عید کے دن

عید الفطر کے روز اللہ تعالے اپنے فرشتوں سے ارشاد فرماتے ہیں
یَا مَلٰئِکَتِیْ مَا جَزَآءُ اَجِیْرٍ وَّفّٰی عَمَلَہٗ - اے میرے ملائکہ! یہ بتاؤ اس مزدور کا بدلہ کیا ہے جو اپنا کام پورا کر دے - تو فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ایسے مزدور کو اس کے کام کی پوری مزدوری ملنی چاہیئے - تو رحمتِ حق جوش میں آتی ہے اللہ تعالیٰ اعلان فرماتے ہیں - اے میرے فرشتو! میں نے اپنے بندوں اور بندیوں پر جو فرض عائد کیا انہوں نے پورا کر دیا اور آج وہ ہاتھ پھیلائے دعا کے لئے نکلے ہیں - مجھے میری عزّت، میرے جلال، میرے کرم اور میری بزرگی و بلندیٔ شان کی قسم میں ان کی دعا قبول کروں گا -

اللہ تعالے پھر بندوں سے کہتے ہیں "لوٹ جاؤ درآنحالیکہ میں نے تمہاری مغفرت فرما دی اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دیا -

پس جب مسلمان عیدگاہوں سے واپس ہوتے ہیں تو ان کی بخشش ہو چکی ہوتی ہے

(حدیث نبویؐ)

۲۱ جون ۱۹۸۵ء

۲/- روپے

زندگی یا موت

تم کس لائق ہو

عَن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
اِذَا كَانَتْ اُمَرَائُكُمْ خِيَارَكُمْ وَاَغْنِيَائُكُمْ سُمَحَائُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ
شُوْرٰى بَيْنَكُمْ فَظَهْرُ الْاَرْضِ خَيْرٌ لَّكُمْ مِّنْ بَطْنِهَا وَاِذَا كَانَتْ اُمَرَائُكُمْ
اَشْرَارَكُمْ وَاَغْنِيَائُكُمْ بُخَلَائُكُمْ وَاُمُوْرُكُمْ اِلٰى نِسَائِكُمْ
فَبَطْنُ الْاَرْضِ خَيْرٌ مِّنْ ظَهْرِهَا

جامع صغیر

صحابی رسول حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت ہے۔ کہتے ہیں رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا جب تمہارے اچھے لوگ تمہارے حکمران ہوں اور تمہارے مال دار تم میں سخی لوگ ہوں اور تمہارے کام باہمی مشورے سے انجام پاتے ہوں تو (پھر تم کائنات خداوندی میں اچھے اور مفید لوگ ہو) تمہارے لیے زمین کے پیٹ سے اس کی پشت بہتر ہے (تمہیں زندہ رہنا چاہیئے لیکن) جب تمہارے شریروں کا گروہ تمہارا حکمران بن جائے اور تمہارا مالدار طبقہ بخیل (اور دولت کا پجاری) ہو اور تمہارے (اجتماعی و انفرادی) امور تمہاری عورتوں کی طرف لوٹ جائیں تو (پھر تم کائنات خداوندی میں برے اور فضول لوگ ہو تمہاری ضرورت نہیں ہے) پس تمہارے لیے زمین کی پشت سے اس کا پیٹ بہتر ہے (تمہیں موت آجائے تو اچھا ہے)۔

ذرا غور کریں کہ مراکز ابلاغ، سرکاری اداروں اور منتخب عوامی اداروں میں بیٹھی ہوئی بے پردہ فیشن پرست مغرب زدہ نام نہاد "مستورات" اور اخبارات وجرائد میں نام ونمائش کے لیے ہیجان خیز تصاویر چھپوانے والی عورتوں کی بہت بڑی تعداد پاکستان کے مسلم معاشرے کے لیے کس قیامت کی آمد کا اعلان ہے اور ـــ کیا آج ہمارے حکمران، دولتمند طبقہ ارباب حل وعقد اور نوکر شاہی خود کو ہادیٔ اعظم دانائے سبل ختم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے تبلائے ہوئے "معیارِ حیات" کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے تیار ہے؟ تاکہ پاکستانی قوم ایک باوقار قوم کی حیثیت سے دنیا میں زندہ رہے اور یہ ملک قائم وسلامت رہے۔ یا انہیں صرف اپنا مفاد و اقتدار عزیز ہے اور وطن وملت سے محبت کے دعوے محض سرمایہ و اقتدار کی سلامتی کے لیے جاری رہتے ہیں؟

عبدالرشید انصاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۴۹-۵۰

ـــ بیاد ـــ
جانشین شیخ التفسیرؒ امام الہدیٰ
حضرت مولانا عبیداللہ انور
نور اللہ مرقدہٗ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
مدظلہٗ

ـ مجلس ادارت ـ
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ـــ ڈاک
سالانہ ۵۲۔ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶۔ شمارے -/۴۵ روپے

یکم شوال ۱۴۰۵ھ

نقطۂ نظر

...... حضرتؒ کے وصال کے بعد

"انجمن خدام الدین" حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ العزیز کی یادگار اور ان کا صدقہ جاریہ ہے جس کا قیام دینِ حق کی ترویج و اشاعت اور اسلامی احکام و مسائل کی تبلیغ کے لئے آج سے ترپن ۵۳ سال قبل عمل میں لایا گیا تھا اور یہ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالےٰ کی خصوصی توجہات اور اراکین انجمن کی پرخلوص محنت کا نتیجہ ہے کہ بحمد اللہ تعالےٰ انجمن خدام الدین لاہور ملک کے اہم اور مرکزی دینی اداروں میں شمار ہوتی ہے اور اس کے ساتھ نہ صرف وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ بلکہ ملک بھر کے دیندار عوام کا اعتماد اور عقیدت کا رشتہ استوار ہے۔

مَن کَانَ لِلّٰہِ وکان اللہ لہٗ کے مصداق جو شخص خود کو اللہ تعالےٰ کے دین اور اس کی رضا کے لئے وقف کر دیتا ہے اللہ تعالےٰ اسی کا ہو جاتا ہے۔ اس کا عملی نمونہ اگر موجودہ دَور میں دیکھنا ہو تو حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کی حیاتِ مبارکہ اور انجمن خدام الدین کو اس مقصد کے لئے پیش کیا جا سکتا ہے۔ حضرت لاہوریؒ کو ۱۹۱۷ء میں جب لاہور میں نظربند کیا گیا تھا۔ تو ان کی پہچان والا کوئی شخص انسانوں کے اس جنگل میں نہیں تھا اور لاہور کا کوئی شہری حضرت

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ضمانت دینے والا نہیں تھا لیکن یہ قرآن کریم کی بے لوث خدمت کا جذبۂ صادق اور خود کو دینِ حق کی تبلیغ و اشاعت کے لیے وقف کر دینے کا عزمِ مسلسل ہی تھا کہ لاہور کا لفظ حضرتؒ کی پہچان کا عنوان بن گیا اور آج جب بھی حضرت مولانا احمد علی قدس سرہ العزیز کا نام زبان یا قلم پر آتا ہے تو لاہوریؒ کی نسبت ساتھ لگائے بغیر بات مکمل نہیں ہوتی اور ایک اجنبی کی طرح لاہور کی زمین پر قدم رکھنے والا یہ مردِ درویش جب نصف صدی تک حق و صداقت کا پرچم لہراتا ہوا رخصت ہوا تو جنازے سے لاہوریوں کے دلوں پر اس کی حکمرانی کا راز آشکارا ہوا۔

حضرت بانیٔ انجمن قدس اللہ سرہ العزیز کی زندگی کا عکس ان کی قائم کردہ خدام الدین پر بھی نمایاں ہے اور یہ انجمن جسے نہ کسی سرکار کی حمایت حاصل ہے اور نہ اس کی پشت پناہی پر ملک کے بڑے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کا کوئی گروہ ہے نہ صرف یہ کہ بے سروسامانی کے باوجود مختلف محاذوں پر اپنے کام اور مشن کو جاری رکھے ہوئے ہے بلکہ اراکین انجمن کے خلوص کی بدولت اس کے کام میں وسعت پیدا ہو رہی ہے۔

انجمن خدام الدین کے تحت جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور کلمۂ حق کی سربلندی، ذکر اللہ کے پرچار اور اسلامی احکام و مسائل کی تبلیغ و اشاعت کا مرکز ہے۔

ہفت روزہ خدام الدین ملک کی دینی صحافت میں منفرد حیثیت کا حامل ہے جس کی ہفتہ وار اشاعت ہزاروں لوگوں کی روحانی تشنگی کو دور کرنے کا باعث ہے۔

مدرسۃ البنات میں بچیوں کو زیورِ علم سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی دینی و اخلاقی تربیت کا سلسلہ جاری ہے۔

مدرسہ قاسم العلوم میں دینی علوم کے طلبہ کو قرآن کریم کی تفسیر اور دیگر دینی علوم سے بہرہ ور کرنے کا اہتمام ہوتا ہے۔

انجمن کے بیت المال سے یتیموں، بیواؤں اور دیگر مستحقین کی معاونت و امداد کا سلسلہ بھی قائم ہے۔

انجمن کا مکتبہ حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کے رسائل اور دیگر دینی کتب بالخصوص قرآن کریم کے ترجمہ و تفسیر کی اشاعت کے ساتھ اپنے مشن کو مسلسل جاری رکھے ہوئے ہے

اور اب خدمت خلق کے محاذ پر خدام الدین ٹرسٹ ہسپتال کی تعمیر کا آغاز اور اس کی ابتدائی شکل کے طور پر خدام الدین فری ڈسپنسری کا قیام انجمن کے شعبہ ہائے خدمت میں ایک شعبہ کا اضافہ ہے۔

انجمن خدام الدین کے کام میں روز افزوں وسعت اور ظاہری بے سروسامانی کے باوجود اس کی خدمات کا یہ تسلسل حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوریؒ اور حضرت اقدس مولانا عبید اللہ انور قدس اللہ سرہما العزیز کی توجہات و برکات اور اراکین انجمن کے خلوص کا ثمرہ ہے۔

حضرت اقدس مولانا احمد علی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد انجمن خدام الدین اپنے دوسرے امیر اور سراپا شفقت و مروّت سربراہ حضرت مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ و برد اللہ مضجعہٗ کے ارتحال کے سانحہ سے گذر چکی ہے۔ فتنوں کی بڑھتی ہوئی تمازت کی اس کڑی دوپہر میں

ایسے بلند اور گھنے شجرِ سایہ دار سے محرومی کوئی کم سانحہ نہیں ہے اور اس سانحہ کی گہرائی اور گیرائی کا اندازہ اراکین انجمن خدام الدین اور وابستگانِ سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کے زخمی دلوں کو دیکھ کر ہی کیا جا سکتا ہے۔

لیکن موت و حیات کا یہ نہ ٹوٹنے والا تسلسل اس دنیا کی سب سے بڑی حقیقت کا نام ہے جسے قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں اور اراکینِ انجمن قدرت کے اس اٹل فیصلے پر صبر و رضا کے ساتھ سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشن کو جاری رکھنے کا عزم کئے ہوئے ہیں اور یہی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی یاد کو دلوں میں تازہ رکھنے اور انہیں صحیح طور پر خراج عقیدت پیش کرنے کا ذریعہ ہے۔

انجمن خدام الدین اور اس کے مختلف شعبہ ہائے عمل حضرت مولانا احمد علی لاہوری اور حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کی یادگار اور ان کا صدقہ جاریہ ہیں اور ان کے اس صدقہ جاریہ اور یادگار کو قائم رکھنا اراکین انجمن

بزرگوں کی یاد منانے کا طریقہ

— اور —

ان کا طریقہ چھوڑ دینے کا نتیجہ



راہ ہدایت کو انبیاء و صلحاء، صدیقین اور شہداء کی تابعداری کے ساتھ مخصوص کر دینا اس بات کا بین اور واضح ثبوت ہے کہ اسلام انبیاء علیہم السلام اور ان کے متبعین کے کارناموں کو زندہ و تابندہ رکھنے کا سبق امتِ مسلمہ کو دینا چاہتا ہے اور اللہ تعالےٰ کو یہ بات محبوب ہے کہ مسلمان نہ صرف بزرگانِ ملّت کے تذکروں سے قلب و روح کے لئے حرارت کا سامان مہیا کریں بلکہ ان کے نقشِ قدم پر چلنے کا عزم بالجزم بھی اپنے اندر پیدا کریں۔

اصل میں اسلاف کی یاد منانے کا واحد اور بہترین طریقہ اسلام کے نزدیک ان کی راہ پر چلنا اور ان کے طریق کو زندہ رکھنا ہے۔ اس اعتبار سے وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نظریات، افکار اور خیالات کی نشر و اشاعت کی جائے تاکہ آنے والی نسلوں کے لئے وہ مشعلِ راہ بنیں اور نشانِ منزل کا کام کریں۔ اور خود ان کے لئے اجر و ثواب کا موجب ہوں ——

یاد رکھئے! جو قومیں بزرگوں کے طریق کو چھوڑ دیتی ہیں، بندگانِ الٰہی کے راستے سے منہ موڑ لیتی ہیں، اسلاف کے نقوشِ قدم سے بے نیاز ہو جاتی ہیں اور بزرگوں کے کارہائے نمایاں کو اپنے دل و دماغ سے محو کر دیتی ہیں وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہا کرتیں اور صفحۂ ہستی سے یوں مٹا دی جاتی ہیں، جیسے ان کا کہیں نام و نشان ہی نہ تھا ——

۲۴ اگست ۱۹۷۴ء کو مجلس احرار اسلام لاہور کے زیر اہتمام بیاد امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ برکت علی ہال میں منعقدہ جلسہ سے صدارتی خطاب ——



رمضان کا آخری حصہ جہنم سے آزادی ملنے کا عشرہ ہے

بیوی بچوں کو دھوپ اور گرمی کی سختی سے بچانے کے لئے ائرکولر، پنکھے، ریفریجریٹر اور ائرکنڈیشنڈ مہیا کئے جاتے ہیں — مگر دوزخ کی آگ سے بچانے کا کوئی سامان نہیں کیا جاتا۔

جن سے تمہیں تعلق اور محبت ہے، انہیں دین سکھاؤ اور عذاب سے بچاؤ

جانشین امام الہدیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ: امّا بعد: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم:—

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا وَّقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ عَلَیْھَا مَلٰٓئِکَۃٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا یَعْصُوْنَ اللہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔

اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو دوزخ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ اس پر فرشتے سخت دل قوی ہیکل مقرر ہیں وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے جو وہ انہیں حکم دے اور وہ وہی کرتے ہیں جو انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

حضرات گرامی! اللہ تعالےٰ بڑا رحیم و کریم ہے اسے ہر وقت اپنے بندوں کا دھیان رہتا ہے وہ چاہتا ہے کہ کوئی بھی شخص اس کی نافرمانی کرکے جہنم میں نہ جائے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم و بیش انبیاء و رسل کو ہدایت کا نور دے کر دنیا میں مبعوث فرمایا تاکہ لوگ ان کی تابعداری کرکے جنت میں چلے جائیں اور جہنم کی آگ سے بچ جائیں۔ کسی ماں باپ کو اولاد سے، بہنوں کو بھائیوں سے، میاں بیوی کو آپس میں یا کسی محبوب سے محبوب تر دوست کو اپنے دوست سے کبھی اتنا پیار نہیں ہو سکتا جتنا کہ خالق کائنات کو اپنے بندوں پر پیار آتا ہے اور اس کی رحمتیں بندوں کو چاروں طرف سے گھیرے رکھتی ہیں۔ مگر یہ ظلوم جہول پیکر خاکی اس قدر جلدباز اور غفلت شعار واقع ہوا ہے کہ دین و شریعت کی ہر دیوار پھاند کر شیطان سرکش کی گمراہی کے پھندے میں پھر جا پھنستا ہے اور اپنے انجام سے غافل ہو جاتا ہے۔ اور آخرکار اس نے اپنے رب کے حضور اعمال کی جوابدہی کے لئے پیش ہونا ہے اگر اس روز نامہ اعمال اس کے الٹے ہاتھ

میں تھما دیا گیا تو چہرہ ندامت اور شرمندگی سے سیاہ ہو جائیگا اور جہنم کی آگ میں دھکیل دیا جائے گا۔ فَمَا تَنْفَعُھُمْ شَفَاعَۃُ الشّٰفِعِیْنَ (جو لوگ غافل و نافرمان ہوں گے) پھر کام نہ آئے گی ان کے سفارش، سفارش کرنے والوں کی۔ اس لئے اللہ تعالےٰ کا یہ بڑا فضل و احسان ہے کہ اس نے اپنے محبوب صرف اپنی اصلاح کرکے لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جانے یا دوسروں کے دکھ درد سے بے پروا ہو جانے کی اسلام اجازت نہیں دیتا وہ فلاح و نجات کی راہوں میں سب کو ساتھ لے کر چلنے کی جد و جہد جاری رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ اگر اپنی اصلاح اور عقائد درست کہ حکم ملا تھا کہ ”اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو بھی جہنّم کی آگ سے بچانے کی جد و جہد کرو۔“

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رح لکھتے ہیں کہ:

”ہر مسلمان کو لازم ہے کہ اپنے ساتھ اپنے گھر والوں کو بھی دین کی راہ پر لائے سمجھا کر، ڈرا کر، پیار سے

اگر تم نے اپنے ماتحتوں اور متعلقین کو دین کی راہ نہ دکھائی تو کل قیامت کے دن یہ تمہارا گریبان پکڑ لیں گے اور تمہارے لئے دوگنے عذاب کا مطالبہ کریں گے

پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی جانے والی آخری کتاب قرآن مجید میں اپنے بندوں کو خبردار کر دیا کہ اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں یا والدین، بہن بھائیوں اور دوست احباب کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لئے اسی دنیا میں آج ہی فکر کر لو ورنہ کل قیامت کے فیصلے کے بعد کوئی تمہارے کام نہ آ سکے گا۔ کرکے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جانے کا نام دین ہوتا تو پھر محبوب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں جا کر تبلیغ حق کی پاداش میں پتھر کھانے اور جسم اطہر زخمی کروانے کی ضرورت نہ تھی۔ پھر بھائی بھائی کے مقابلے میں اور بیٹا باپ کے مقابلہ میں تلوار لے کر میدان حرب و قتال میں نہ اترتا۔ یہ اس لئے ہوا مار سے جس طرح ہو سکے دین دار بنانے کی کوشش کرے۔ اس پر بھی اگر وہ راہ راست پر نہ آئیں، ان کی کم بختی، یہ بے قصور ہے۔“

بزرگان محترم! انسان تو اشرف المخلوقات ہے۔ خالق حسن و کمال خود ارشاد فرماتے ہیں۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔ کہ بلاشبہ ہم نے انسان کو

بڑے عمدہ انداز میں پیدا کیا۔ اس لئے انسان کے جینے کے تو انداز ہی نرالے ہیں۔ مگر بلی کتے، بکری اور شیر کو دیکھئے۔ کوّے، کبوتر چڑیوں اور فاختاؤں کے زندگی بسر کرنے کا طریقہ ملاحظہ کیجئے وہ بھی اپنے گھر کو آرام دہ بناتے اور اپنے بال بچوں کی دیکھ بھال سے غافل

اور ائرکولر وغیرہ اسی لئے وہ مہیا کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو شدید سردی شدید گرمی اور دھوپ کی سختی سے بچائے۔

حضرات گرامی! مگر یہ کس قدر حماقت، غفلت اور تباہی کی بات ہے کہ انسان اسی چند روزہ زندگی کے لئے تو

کسی جہنمی کی فریاد پکار نہیں سنیں گے۔ وہ طاقت ور اور قوی ہیکل ہیں، تمہیں جہنم میں داخل کر دیا گیا تو انہیں دھوکہ دے کر یا ان کا مقابلہ کر کے وہاں سے بھاگ نہیں سکو گے۔ اس لئے آج فکر کر لو، اپنے عمل و کردار کو دین و شریعت کے سانچے میں ڈھالو اپنے بیوی بچوں اور جن

اگر صرف اپنی اصلاح اور اپنے عقائد درست کر کے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جانے کا نام دین ہوتا تو پھر محبوب خدا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف میں جا کر تبلیغ حق کی پاداش میں پتھر کھانے اور جسم اطہر زخمی کروانے کی کوئی ضرورت نہ تھی

نہیں رہتے۔ اکثر اپنے بال بچوں کی خاطر جان پر کھیل جاتے ہیں اور انسان؟ وہ تو اپنے اور اپنے اہل و عیال کے آرام و عیش کے لئے دنیا بھر کی سہولتیں گھر میں جمع کر لیتی چاہتا ہے سردیوں میں گرم ملبوسات و مطعومات، ہیٹر وغیرہ اور گرمیوں میں ٹھنڈے میٹھے مشروبات، پنکھے ریفریجریٹر، ائرکنڈیشنڈ

آرام و راحت کی فکر میں رہتا ہے لیکن ابدالآباد کی، ہمیشہ ہمیشہ کی زندگی کے لئے اپنے اور اپنے بیوی بچوں، ماں باپ، بہن بھائیوں کی آخرت میں جہنم کے انگارے جمع کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔ بچ جاؤ، بچ جاؤ، جن سے تمہیں محبت کا دعویٰ ہے انہیں بھی بچاؤ اس جہنم کی آگ سے جس کے نگران فرشتے

سے بھی تمہارا تعلق ہے انہیں قرآن و سنت کی تعلیم دو تاکہ وہ اس پر عمل کریں ورنہ کل قیامت کے روز یہی بیوی بچے دوست، رشتہ دار اور رعایا تمہارا گریبان پکڑ لیں گے اور خدائے جبار و قہار کے حضور عرض کریں گے یا اللہ! اس ہمارے بڑے کو، سربراہ اور رہنما کو ہم سے دوگنا عذاب دے کیونکہ دنیا کی

زندگی میں یہ ذمہ دار تھا اس نے ہمارے خورد و نوش اور دنیاوی عیاشیوں کے لئے تو سب کچھ کیا مگر تیرے دین کی راہ نہیں بتائی۔ خود تو گمراہ تھا ہمیں بھی گمراہ کئے رکھا۔ اس لئے یہ ڈبل مجرم ہے اس دن سب رشتے ٹوٹ جائیں گے کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔ ہاں اگر کسی کو نیکی پر لگایا ہے

مَغْفِرَۃٌ وَ اٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ وَمَنْ خَفَّفَ عَنْ مَمْلُوْکِہٖ فِیْہِ غَفَرَاللّٰہُ لَہٗ وَاَعْتَقَہٗ مِنَ النَّارِ۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

یہ وہ ماہِ مقدس ہے کہ اس کا پہلا حصہ رحمت ہے درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے آزادی کا ہے۔

(اور فرمایا) کہ جو شخص

حیلہ سازیوں سے آزاد نہیں کرتے تو آخرت کا عذاب تو بڑا دردناک عذاب ہے، دنیا میں بھی تم چین سے نہیں رہ سکو گے۔ پیداوار کی کمی، قحط سالی اور بہتے دریاؤں کا خشک ہو جانا تمہاری اپنی ہی بداعمالیوں کا شاخسانہ ہے رمضان کا مہینہ رحمت و مغفرت اور عذاب جہنم سے آزادی کی بہار ہے۔ مگر ارباب اختیار

ماں باپ کو اولاد سے، بہنوں کو بھائیوں سے، میاں بیوی کو آپس میں یا کسی محبوب سے محبوب تر دوست کو بھی اتنا پیار نہیں ہو سکتا جتنا کہ خالق کائنات کو اپنے بندوں پر پیار آتا ہے

دین کی راہ بتائی ہے تو اللہ تعالےٰ اس کا ضرور اجر دے گا

حضرات محترم! ہم میں سے ہر شخص جنّت کا طلبگار اور جہنم سے آزادی کا خواہشمند ہے تو سنئے! شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی! آپ نے رمضان المبارک کے بارے میں فرمایا۔ وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّاَوْسَطُہٗ

اس مہینہ میں اپنے غلاموں اور خادموں اور نوکروں اور ملازموں کے کام میں تخفیف، نرمی اور کمی کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت کر دے گا۔ اور اس کو دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیگا اس لئے اے جہنم سے آزادی چاہنے والو! اپنے ماتحتوں کو اپنی رعایا کو رمضان کے مہینے میں بھی اگر تم اپنے مظالم، اپنی سخت گیریوں، چالبازیوں اور

اور اصحاب سیم و زر کی ہوس کاریوں جاہ طلبیوں، عیاشیوں، دین سے بغاوتوں اور سادہ لوح مجبور عوام کے ساتھ دھوکہ بازیوں نے اس مہینہ کو تنگی، مہنگائی، بے اطمینانی بدامنی، غنڈہ گردی، بلیک میلنگ اور چور بازاری کا سیزن بنا دیا ہے۔

یاد رکھو! خدا کی رحمتیں ان لوگوں کے لئے ہیں جو اس کے نبی ؐ کے طریقوں پر چلیں، اسی کے

(باقی ص ۲۳ پر)

محمد عتیق الراشدی، جامعہ راشدیہ شیخوپورہ



اللہ تعالیٰ کی جانب سے انعام اور بخشش کا عظیم الشان دن

رمضان المبارک کا متبرک مہینہ اپنی عالمگیر رُوحانی برکات لیے ایک سال کے لیے رخصت ہُوا اور عید الفطر خوشیوں، مسرّتوں اور رُوحانی لذتوں کے ساتھ جلوہ گر ہو رہی ہے۔ وہ خوش نصیب جو رمضان المبارک میں صبح طلوعِ فجر سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشات سے رُکے رہے۔ روزہ کے مقصد یعنی تقویٰ کے لیے کوشاں رہے اور رات کو قیام کر کے اپنی بندگی کا ثبوت پیش کیا وہ بطور شکر دوگانہ عید الفطر ادا کرنے عید گاہوں، مسجدوں اور میدانوں میں جبینِ عبودیت لیے حاضر ہونے کو تیار ہیں۔ ہر مسلمان کا چہرہ گلاب کی طرح شاداب ہے۔ عید کی مسرتوں سے خوش ہے اور ہر ایک اپنی اپنی بساط کے مطابق خوشیوں میں مگن ہے۔

عید الفطر مسلمانوں کا مقدس ترین تہوار ہے اور یہ دن ہماری دینی، ملّی شان و شوکت کا مظہر ہے۔ دنیا میں ہر قوم کا ایک دن تہوار کا ہوتا ہے جس میں وہ اپنی تہذیب و تمدّن کے لحاظ سے خوشیاں مناتی ہے اور اپنے مذہب کے مطابق رسوم ادا کرتی ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ منورہ ہجرت فرما کر تشریف لائے تو وہاں لوگ زمانۂ جاہلیت کے تہوار مناتے تھے جن میں لہو و لعب، جاہلانہ رسومات اور رقص و سرود ہوتا۔ آپؐ نے اسے ناپسند فرمایا اور ان سے پوچھا۔ "ماھٰذان الیومان" کہ یہ دن جو تم مناتے ہو ان کی حقیقت کیا ہے تو انہوں نے عرض کی۔ کُنّا نَلْعَبُ فیھا فی الجاھلیۃ کہ ہم جاہلیت میں یہ تہوار اسی طرح منایا کرتے تھے۔ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَدْ اَبْدَلَکُمُ اللہُ بِھِمَا خَیْرًا مِّنْھُمَا یَوْمَ الْاَضْحٰی وَیَوْمَ الْفِطْرِ (ابی داؤد) اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان کے بدلے میں عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن عطا فرما دیے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہُوا کہ اُمّتِ محمّدیہ کو صرف دو عیدیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہیں۔ اسلام میں تیسری عید کا تصوّر تک نہیں اور نہ ہی خیر القرون میں اس کا تذکرہ ملتا ہے جو آج کل ربیع الاوّل آہستہ آہستہ رواج پاتی جا

رہی ہے اور اس تیسری عید میں ہونے والے رسوم اور خرافات سے اسلام شرمندہ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین میں نئی نئی باتیں پیدا کرنے سے محفوظ فرمائے جو اسلام کو اپنی ایجادات کا پیوند لگا کر سنّتِ رسولؐ کے گلشن کو اُجاڑنے کی کوشش کرتے ہیں وہ اسلام سے جاہل ہیں یا اس کے دشمن ہیں ہماری عید کی خوشیاں اغیار کی طرح محض زیب و زینت اور خوش عیشی، کھانے پینے میں توسیع اور ریاء فخر کے مظاہروں میں مضمر نہیں بلکہ خدا کی عبادت، اس کی تکبیر و تہلیل اور اپنے گناہوں کو معاف کرانے میں پوشیدہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو حیاتِ انسانی میں بھرپور انقلاب کے داعی تھے۔ آپؐ نے مِلّی تہوار کا تصوّر بھی سراسر بدل دیا اور تمام سابقہ ایام کو چھوڑ کر دو دن منانے کا حکم دیا۔

غیر مسلم قوموں کے تہواروں کی بنیاد کسی عظیم شخصیت کی ولادت یا دشمن کی ہلاکت یا موسموں کی تبدیلی پر قائم ہوتی ہے، اس لیے ان کے یہ تہوار محض دنیوی زیب و زینت، راگ رنگ اور فسق و فجور کے دن ہوتے ہیں۔ ہندوؤں کی دیوالی ہو یا عیسائیوں کا کرسمس ڈے، سکھوں کی گرونانک کی ولادت کا دن ہو یا ایرانی مجوسیوں کا نوروز اور مہرجان ان سب میں یہی رُوح کارفرما نظر آئے گی۔ اس کے برعکس مسلمانوں کے دو تہوار خالقِ کائنات کے حضور میں پیش کی جانے والی عبادتوں کی یادگار ہوتے ہیں۔ ان دونوں تہواروں کی بنیاد ہی خالص ربّ العالمین کی عبادت اس کی نعمتوں کی شکرگذاری اور اس کی جناب میں نذرانۂ تکبیر و تہلیل پر مشتمل ہوتی ہے۔

مؤمن کی خوشیاں اللہ کی عبادت، حضورؐ کی اطاعت اور اپنی مغفرت میں پوشیدہ ہیں

ایک مؤمن جب سچّے عاشق کی طرح رمضان کا استقبال کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے سرشار ہو کر سارا دن بھوک برداشت کرتا ہے، تشنگی سے دوچار ہوتا ہے، رات کو تراویح میں کھڑے ہو کر اپنی نیند قربان کر کے تھک جاتا ہے مگر ان تمام باتوں کو اللہ کی رضا کے لیے برداشت کر کے تقویٰ کے مدارج طے کرتے ہوئے آخر میں عتق من النار کا پروانہ حاصل کرتا ہے تو اب وہ اس شدید امتحان کا حسین نتیجہ دیکھنے کے لیے بار بار اُفقِ آسمان کی طرف نظر دوڑاتا ہے تاکہ ہلالِ عید نمودار ہو کر اس ریاضت و مشقّت کے بعد فرحت کا پیغام لائے۔ جب ہلالِ عید نمودار ہو تو بے ساختہ دعا کے لیے ہاتھ اُٹھ جاتے ہیں۔ رات گذرنے کے بعد جونہی صبح کا اُجالا سامنے آتا ہے تو تمام مسلمان اپنے ہادیٔ برحق کی اتباع میں سوئے مصلیٰ جانے کی تیاریوں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور جب اپنے خالق کا شکریہ ادا کرنے کے لیے اور اس کی تکبیر کے زمزمے گاتے ہوئے اپنی جبین کی نیاز مندیاں نچھاور کرنے کے لیے جاتے ہیں تو اس وقت کا تذکرہ حدیث میں آتا ہے کہ عید کی صبح کو فرشتے راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور پکارتے ہیں کہ اے اُمّتِ محمدؐ اس کریم رب کی طرف چلو جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور بڑے سے بڑے قصور کو معاف کرنے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ کی طرف نکلتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے دریافت کرتے ہیں کہ اس مزدور کا کیا بدلہ ہے جو اپنا کام پورا کر چکا ہے۔ وہ عرض کرتے ہیں کہ اس کا حق یہی ہے کہ اس کو پورا پورا

اجر دیا جائے تو حق تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میرے فرشتو گواہ رہو کہ میں نے ان کے رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلہ ثواب میں اپنی رضا اور مغفرت عطا کر دی اور اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔ میری عزّت کی قسم، میرے جلال کی قسم، آج تم اس مجمع میں جو مانگو گے اپنی آخرت کے لیے، ضرور عطا کروں گا اور جو دنیا کے لیے مانگو اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ میری عزّت کی قسم میں تمہاری لغزشوں کی پردہ پوشی کروں گا۔ جب تک میرا خیال رکھو گے تمہیں کفار و مجرموں کے سامنے ذلیل و رسوا نہیں کروں گا۔ اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ روزہ دار عید کے دن جو دعا کرتے ہیں ان کی دُعا قبول ہوتی ہے اور یہ مغفور و گناہوں سے پاک ہو کر اپنے گھروں کو سرخرو ہو کر واپس جاتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ عید کے اس مبارک موقع پر اپنے بندوں کو دو عیدیاں عطا کرتا ہے۔ اوّل یہ کہ ان کے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے۔ دوسرے ان کی عبادات کو قبول فرما کر ان کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے کا عجز و انکسار بہت پسند ہے۔ اس طرح شکرگزار ہونے پر پروردگارِ عالم اپنے بندوں کو مزید راحتیں اور آسائشیں مہیا کرنے کا وعدہ فرماتا ہے۔ اس لیے مسلمانوں کے اس تہوار کو جو عزت و اہمیت حاصل ہے وہ دُنیا کی کسی دوسری قوم کے تہوار کو میسّر نہیں، لیکن

عیدکاانعام

مجھے میری عزّت وجلال کی قسم آج تم اس اجتماع میں اپنی آخرت کے لیے جو مانگو گے ضرور عطا کروں گا اور جو دُنیا کے لیے مانگو گے اس میں تمہاری مصلحت پر نظر کروں گا۔ (مشکوٰۃ)

آج مسلمان عید کے پیغام کو بھولتے جا رہے ہیں۔ ان میں اکثر غیر اقوام کی طرح عید مناتے ہیں، اس لیے رحمتِ خداوندی ان سے دور ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اپنے احکام کے مطابق عید منانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

عید کے دن آنحضرتؐ کے معمولات

سویرے بیدار ہونا، مسواک کرنا، غسل کرنا، صاف کپڑے پہننا جو میسّر تھے، خوشبو لگانا، عیدگاہ جانے سے قبل صدقہ فطر ادا کرنا، کوئی میٹھی چیز کھانا عیدگاہ جاتے اور آتے ہوئے تکبیر پڑھنا۔ عید کی نماز سے قبل عیدگاہ یا کسی بھی جگہ نفل نماز کی ادائیگی مکروہ قرار دی گئی اور نماز کے بعد گھر میں نفل ادا کرنا درست ہے۔

نمازِ عید کا طریقہ

نمازِ عید کا طریقہ یہ ہے کہ زبان یا دل سے نیت کی جائے کہ میں نیت کرتا ہوں دو رکعت واجب عید الفطر معہ چھ تکبیروں کے قبلہ رو پیچھے امام کے پھر امام کی آواز پر تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لیں۔ دوسری اور تیسری تکبیر میں اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں اور چوتھی تکبیر میں ہاتھ اٹھا کر باندھ لیں۔ پھر قرأت کا آغاز ہوگا۔ بعدازاں حسبِ قاعدہ امام کے ساتھ پہلی رکعت ادا کی جائے، دوسری رکعت میں قرأت کے بعد جب امام تکبیر کہے تو مقتدی بھی تکبیر کہتے ہوئے پہلی، دوسری اور تیسری تکبیر میں ہاتھ کانوں تک اٹھا کر چھوڑ دیں۔ پھر امام کی چوتھی تکبیر پر بغیر ہاتھ اٹھائے تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں چلے جائیں اور باقی نماز حسبِ معمول ادا کی جائے۔

امام کے ساتھ نماز عید نہ ملنے کی صورت میں امام مالکؒ و شافعیؒ کے قول

بقیہ

مولانا احمد علی سراج، کویت

غیبت کیا ہے؟

مُردہ بھائی کا گوشت کھانا

آج معاشرہ میں یہ بیماری تو بالکل عام ہو چکی ہے بلکہ آج ہماری مجالس میں ہماری ملاقات کا خاص موضوع ہی غیبت و چغلی بن چکی ہے۔ عوام اور خواص سبھی اس بیماری میں گرفتار ہیں۔ بازار اور گھروں کو تو چھوڑیے آج مساجد میں بھی لوگ جب اللہ کی منادی اذان کی آواز سُن کر نماز پڑھنے اکٹھے ہوتے ہیں اُن کا بھی موضوع اکثر و بیشتر یہی رہتا ہے۔ لوگوں میں اس بیماری کے عام ہونے کی وجہ سے یہ مناسب ہو گا کہ مسلمان بھائیوں اور بہنوں کو کتاب و سنّت کی روشنی میں یہ بتایا جائے کہ اسلام نے اس جرم عظیم کی کتنی مذمت کی ہے اور آخرت میں اللہ تعالےٰ نے اس گناہ کے بارے میں کتنا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن پاک کا اگر مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح طور پر واشگاف الفاظ میں اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

(ترجمہ) اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے تم اسے ناپسند کرتے ہو۔" (الحجرات ۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم جب معراج پر اللہ تعالیٰ سے کلام فرما چکے تو پھر آپؐ نے فرمایا۔" غیبت سے بچ کر رہو کیونکہ غیبت زنا سے بھی سخت ہے۔ زنا توبہ سے معاف ہو جاتا ہے لیکن غیبت جب تک وہ شخص معاف نہ کرے جس کی غیبت کی گئی ہے معاف نہیں ہو سکتی۔ طبرانی

زنا توبہ سے معاف ہو سکتا ہے غیبت نہیں۔ طبرانی

غیبت کیا ہے؟

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ غیبت کسے کہتے ہیں۔ آخر وہ کون سا عمل ہے جس پر اللہ اور اُس کے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم اتنی سخت وعیدیں فرما رہے ہیں اور آخرت میں اتنے زیادہ عذاب کی صورتیں غیبت کرنے والے کے لیے تیار کر رکھی گئی ہیں۔ تو آئیے احادیث کی روشنی میں غیبت کی تعریف دیکھتے ہیں۔

امام غزالیؒ نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ایک حدیث نقل

چُغلی کا مفہوم غیبت سے مماثل ہے

کی ہے جس میں انہوں نے تحریر فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غیبت، یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کی اس بات کا ذکر کرے جو اس کو بُری لگے (یعنی ناگوار گزرے) چاہے اس کے بدن یا نسب یا قول و فعل یا دین و دنیا حتیٰ کہ کپڑے چادر اور سواری کی خرابی بیان کرے۔

اس حدیث شریف کے بعد ایک واقعہ بھی غیبت کی تعریف کو واضح کرتا ہے۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک چھوٹے قد کی عورت حاضر ہوئی اور اُس نے آپؐ سے مسائل پوچھ کر جب اجازت چاہی اور گھر سے باہر نکلی تو اس اثنا میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے اس عورت کے بارے میں کہا کہ کس قدر چھوٹے قد کی عورت تھی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اے عائشہ! تو نے اس کی غیبت کی۔

اس واقعہ اور اوپر کی حدیث سے واضح طور پر معلوم ہُوا کہ غیبت ہر اس بات کو کہتے ہیں جو کسی کی غیر موجودگی میں کی جائے جو اُسے ناگوار گذرے۔ بعض لوگ غیبت کو بہت معمولی قرار دیتے ہیں حالانکہ اچھے اعمال اس غیبت کی وجہ سے ضائع ہو جاتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں صاف اور کھلا ارشاد فرمایا ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ "غیبت کرنے والے کی دُعا قبول نہ ہوگی۔ اُس کی کوئی نیکی قبول نہ ہوگی اور اس پر گناہوں کا ڈھیر پڑ جاتا ہے"۔

ایک مزید تشریح بھی کر دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ بعض لوگ غیبت کے مفہوم میں وہ بات سمجھتے ہیں جو کسی شخص کے خلاف بیان کی جائے حالانکہ وہ تو بہتان ہے۔ غیبت کا مفہوم جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے وہ اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ہر وہ بات جو پس پردہ کی جائے اور جو اس شخص کو ناگوار گذرے جس کے متعلق کی جا رہی ہو غیبت کہلاتی ہے۔ غیبت کا مفہوم عیب جوئی سے ملتا جلتا ہے۔

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ "ہر عیب لگانے والے طعنہ زن کے لیے خرابی ہے"۔ (الھمزہ-۱)

اس آیت کی تفسیر بعض مفسرین یوں کرتے ہیں "یعنی اسے شدید سزا ملے چاہے وہ طعنہ زن اُس کے منہ پر الزام لگا رہا ہو یا اس کی غیر موجودگی میں عیب جوئی کر رہا ہو، تاہم یہ آیت ولید بن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی پھر بھی قرآن پاک کی آیات (اگرچہ سبب نزول خاص ہو) حکم عام کا درجہ رکھتی ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے۔ صحابہ کرام رضؓ نے عرض کی اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ معلوم ہے تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "تمہارا اپنے بھائی کی کوئی ایسی بُرائی کا ذکر کرنا جو واقعتاً اس میں موجود ہو غیبت کہلاتا ہے اور جو بُرائی اور عیب موجود ہی نہیں جو تم نے اس سے منسوب کر کے ذکر کیا تو پھر یہ بہتان ہُوا اور یہ غیبت سے بھی زیادہ سنگین جرم ہے (معارف

الحدیث/ صحیح مسلم/ اسوہ رسول/ تبلیغی نصاب مؤلفہ حضرت زکریاؒ)

چغلی کا مفہوم غیبت سے ملتا جلتا ہے تاہم چغلی میں دو رخا پن یہی ہوتی ہے کہ ایک نے سُنا اور دوسرے کو بیان کر دیا اور اس طرح دوسرے نے اس پر تبصرہ کیا پھر وہی دوسرے کی بات پہلے کو بیان کر دی۔ اسے چغلی کہتے ہیں۔ اس بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشادات موجود ہیں جس سے چغلی کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قیامت کے دن دو رخا چغل خور سب لوگوں سے بدتر ہوگا جو ایک کے ساتھ ایک چہرے کے ساتھ آئے اور دوسرے کے ساتھ دوسرے چہرے کے ساتھ جائے۔ دنیا میں یہ دو رخا ہے قیامت کے دن اُس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

(مکاشفۃ القلوب مصنفہ امام غزالیؒ)

آٹھ قسم کے لوگ داخل نہ ہوں گے

اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چغل خور کی ان الفاظ سے وعید فرمائی ہے۔ چغل خور جنّت میں نہیں جائے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہٗ کی روایت ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسندیدہ شخص وہ ہے جو اچھے اخلاق والا ہو۔ نرم مزاج، تعاون کرنے والا، الفت و محبّت سے پیش آنے والا اور تم میں سے مبغوض یعنی ناپسندیدہ شخص اللہ کو وہ ہے جو چغلی کرے۔ بھائیوں میں تفریق پیدا کرے۔ پاکباز لوگوں کی برائیاں تلاش کرے"۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث میں جس کے راوی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہٗ ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "جس نے کسی مسلمان کے خلاف غلط بات پھیلائی تاکہ اُسے بدنام کرے، اللہ اسے قیامت کے دن آگ میں ذلیل کرے گا"۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی مقامات پر اس بات کو تحریر کیا ہے کہ قبر کا تہائی عذاب چغلی کے باعث ہوتا ہے۔ ایک مشہور حدیث حضرت ابن عمر رضؓ سے منقول ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ نے جب جنّت کو پیدا فرمایا تو کہا بات کر۔ اس (جنّت) نے کہا وہ خوش نصیب ہُوا جو میرے اندر داخل ہُوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت کی قسم لوگوں میں سے آٹھ قسم کے آدمی اس میں داخل نہیں ہوں گے۔

۱۔ شراب کا عادی

۲۔ زنا کا عادی

۳۔ چغل خور

۴۔ دیّوث (دیّوث جس کی بیوی ماں یا بہن بدکاری کرے اور وہ اس کی پروا نہ کرے)۔

۵۔ ظالم

۶۔ ہجڑا بن کر گانے والا (قصداً)

۷۔ قطع رحمی کرنے والا

۸۔ بدعہدی کرنے والا۔

بقیہ: عید الفطر

کے مطابق دو یا چار رکعت مانند نماز چاشت پڑھی جا سکتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضؓ سے یہ اسناد صحیح مروی ہے کہ جس کو عید کی نماز نہ ملی ہو وہ چار رکعات پڑھ لے۔ امام احمد بن حنبلؒ کا مسلک بھی یہی ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق نمازِ عید فوت ہو جانے والے کو اختیار ہے خواہ وہ تنہا پڑھے یا نہ پڑھے اور پڑھنے کی صورت میں بھی اختیار ہے کہ دو رکعات ادا کرے یا چار رکعات۔

حافظ عبد القیوم
متعلم مدرسہ عربیہ مخزن العلوم، خانپور

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

حالات زندگی ۔ ایک نظر میں

"سبحان اللہ۔ ان کا کیا کہنا۔ وہ تو اگر لکڑی کے ستون کے متعلق بھی یہ دعویٰ کر دیتے کہ یہ سونے کا ہے تو اس دعویٰ کو بھی دلیل سے ثابت کر دکھاتے۔"

یہ ہے امام دار الہجرت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا وہ اشارہ جو آپ نے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رح کے متعلق فرمایا۔ آیئے ہم دیکھیں تو سہی کہ حضرت ابو حنیفہ رح میں وہ کیا خصوصیات تھیں جن کی بنا پر حضرت امام مالک رح نے ان کی شخصیت کے بارے میں اتنا عجیب اعتراف فرمایا ہے۔

حسب و نسب

پہلی صدی ہجری کا زمانہ تھا۔ کوفہ میں ایک بہت بڑے محدث و عالم اور ساتھ ہی بہت بڑے رئیس اور تاجر حضرت ثابت نامی رہتے تھے۔ حضرت ثابت کا مقام علم و فضل اور ورع تقویٰ میں بہت بلند تھا، اس لیے انہوں نے شادی بھی ایک ایسی خاتون سے کی جو ایک عابد و زاہد باپ کی بیٹی خود قرآن مجید کی حافظ اور بڑی باحیا خاتون تھیں اور علوم دینیہ میں مہارت کا درجہ رکھتی تھیں۔

ولادت:

انہیں حاملین فضل و کمال ماں باپ کے گھر میں ۸۰ھ میں فقہ اسلامی کا وہ معلم اعظم اور قانون الٰہی کا وہ مفسر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے نعمان رکھا اور جو بڑا ہو کر امام اعظم کے لقب سے متعارف ہوا۔ مقام ولادت وہ شہر کوفہ ہے جسکو امیر المؤمنین حضرت عمر رض نے بسایا۔ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے اپنا دار الخلافہ بنایا اور جس کو عہد صحابہ رض کے بعد تابعین کے دور میں علم حدیث و فقہ کا سب سے بڑا مرکز ہونے کا فخر حاصل رہا۔ یہاں خیر القرون کے بعد بھی سینکڑوں صحابہ رض مقیم رہے۔۔ بے شمار تابعی بزرگ رح اس شہر میں پیدا ہوئے اور بڑے ہو کر اپنے زمانہ کے امام بنے۔

تعلیم و تعلم:

حضرت ثابت کے ہونہار صاحبزادے نعمان رح کو بچپن ہی میں بڑے بڑے ائمہ کی صحبت نصیب ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں جو بزرگ کوفہ میں موجود تھے ان میں حضرت ابراہیم نخعی رح اور حضرت حماد رح بن سلمان زیادہ مشہور تھے۔ یہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کے تبحر علمی، ان کی ثقاہت و فقاہت اور علم و عمل میں امامت پر کسی کو شک ہی نہیں ہو سکتا۔ ہمارے ممدوح حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت رح کو عرصہ تک ان دونوں شیوخ کی خدمت میں رہنے کا شرف حاصل ہوا۔ پھر آپ رح نے بصرہ جا کر وہاں کے شیوخ اور ائمہ مجتہدین سے بھی کسب فیض کیا۔ آپ کے بصری اساتذہ میں سے ایک مشہور شخصیت حضرت امام قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔ حضرت شعبہ رح سے حدیث پڑھی ہے۔ یہ وہی حضرت شعبہ ہیں جنہوں نے اپنے نادر روزگار شاگرد کے متعلق فرمایا تھا:

"جس طرح مجھے سورج کے روشن ہونے کا یقین ہے

اسی طرح مجھے یقین ہے کہ علم اور ابو حنیفہ ایک دوسرے کے جلیس اور ہم نشیں ہیں۔"

حضرت امام ابو حنیفہ رح کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت، حفظ و ذکاوت اور ادب و شائستگی جیسے اعلیٰ اوصاف سے مالامال فرمایا تھا۔ سترہ برس کی عمر تک آپ کوفہ و بصرہ کے تمام مشہور شیوخ سے حدیث و فقہ کی تحصیل خاصی کر چکے تھے۔ جب سترہ برس کے ہوئے تو اپنے والد صاحب کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لیے روانہ ہوئے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت انس رض ابن مالک سے جو اس وقت تک زندہ تھے ملاقات و سماع حدیث کا شرف حاصل کیا اور بہت سے تابعی محدثین و علماء سے ملے اور ان سے حدیث حاصل کی۔ پھر مدینہ منورہ پہنچے اور وہاں کے اساتذہ حدیث سے بھی حدیث سنی۔ اسی طرح تحصیل علم کے لیے اور بھی بہت سے سفر کیے اور ہزاروں محدثین و فقہاء سے مل کر علم اور فقہ کے مرتبہ کمال کو پہنچے۔

زہد و ورع:

زہد، عبادت میں آپ کا یہ عالم تھا کہ آپ کی عبادت کے واقعات ضرب المثل بن چکے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ آپ نے عمر کے چالیس برس مسلسل اس طرح گزارے کہ عشاء کی نماز کے لیے وضو کر کے مصلّے پر کھڑے ہو جاتے۔ نماز کے بعد نوافل میں جو مشغول ہوتے تو صبح ہو جاتی اور آپ اسی عشاء کے وضو سے صبح کی نماز ادا فرماتے۔ حج پر جاتے تو وہاں آپ صرف دو حالتوں میں دیکھے جا سکتے تھے، یا طواف کرتے ہوئے یا نوافل پڑھتے ہوئے۔ آپ کی خدمت میں کئی کئی مہینے رہنے والوں کا کہنا ہے کہ انہوں نے امام صاحب رح کو کبھی بستر پر لیٹے ہوئے نہیں دیکھا۔

خدا تعالیٰ کی عبادت میں آپ کی اس قدر محویت و شوق کا تذکرہ ان علماء اور طلباء کے لیے یقیناً اُسوہ کی حیثیت رکھتا ہے جو فقط اپنے علم کو ہی نجات اخروی کے لیے کافی سمجھ کر عبادت سے اپنی توجہ ہٹا بیٹھتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اتنی زیادہ عبادت کے باوجود آپ کبھی ایک حجرہ نشین صوفی نہیں تھے جو ساری دُنیا کو چھوڑ چھاڑ کر راہبوں کی طرح حجرہ میں بیٹھ کر ایک ہی دھیان میں مصروف ہو جاتے بلکہ زہد و عبادت کی اس کثرت کے ساتھ ساتھ ملکی سیاست میں بھی آپ کا کردار بہت بلند اور آپ کا حصہ بہت زیادہ تھا۔ تجار رؤساء میں بھی آپ کو ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا اور پھر علماء فقہائے زمانہ کے امام تھے اور قانون اسلامی کے مدون اور مرتب کی حیثیت سے آپ کی مصروفیات کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں۔

میدان سیاست میں:

آپ عمر بھر خلافت علی منہاج النبوت کے قیام کے لیے کوشاں رہے۔ آپ نے بنو امیہ اور بنو عباس کے اکثر خلفاء کا عہد دیکھا لیکن ان کی حکومت کو آپ آمرانہ حکومت سمجھتے ہوئے اس کے مخالف رہے۔ عباسی خلفاء کے درباریوں میں حضرت امام رح کی حق گوئی اور جرأت و بے باکی کے واقعات دنیا بھر کے حق گو و حق پسند لوگوں کے لیے قابل تقلید اور قابل فخر ہیں۔ قرب سلطانی اور درباری مناصب اور مراتب اور عنایات و خطابات سے ہمیشہ احتراز و اجتناب فرماتے تھے۔ اکثر اس سلسلے میں آپ کو کوڑوں کی سزائیں اور قید و بند کی صعوبتیں بھی اٹھانا پڑیں۔ بعض اوقات مجبوراً رُوپوشی کی نوبت بھی آئی لیکن یہ آپ نے سب کچھ نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے حق پر ثابت قدم رہ کر ان لوگوں کے لیے ایک نمونہ قائم فرما دیا جن کی حریص نگاہیں شاہی عہدوں جاگیروں اور خطابات پر لگی رہتی اور جن کی جبیں حصول تقرب کی خاطر وقت کے معمولی حکام کے سامنے جھک جاتی۔

آپ کی تجارت:

اندرون و بیرون ملک دور دور تک آپ کی تجارت کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔ تمام

ملک اور بڑے بڑے شہروں میں آپ کے نمائندے متعین تھے جن کی آپ بنفسِ نفیس نگرانی فرماتے۔ اتنی وسیع تجارت کے باوجود آپ نے نہ تو کبھی خود دیانت و امانت کا دامن ہاتھ سے چھوڑا اور نہ کبھی اپنے کارندے کو دیانتداری کے اصول سے ہٹ کر کوئی قدم اٹھانے کی اجازت دی۔

درس و تدریس اور رشد و ہدایت

حضرت امامؒ نے اپنے متلاطم علم کے سمندر سے مخلوقِ خدا کو فائدہ پہنچانے کے لیے ایک عظیم الشان تعلیمی ادارہ بھی قائم فرما دیا تھا جس میں وقت کے بڑے بڑے فضلاء آپ کے گلستانِ علم و فضل سے خوشہ چینی کے لیے سینکڑوں کی تعداد میں ہر وقت حاضر رہتے۔ جس طرح امام موصوف کی حیاتِ مبارکہ کے دوسرے بہت سے واقعات و حقائق زندگی کے میدان میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں اسی طرح آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی ہر دور کے علماء و بزرگانِ دین کے لیے اپنے اندر ایک عجیب نمونہ رکھتا ہے کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اولاد کے لیے بڑی بڑی عمارتیں کھڑی کرنے کی بجائے ہمیشہ اپنی تجارت کے منافع کی رقم کا ایک معتدبہ حصہ ان علمی مہمانوں کی ضروریات پر صرف کر کے ان کو کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی ذلت سے بچائے رکھا اور ساتھ ہی ان خود غرض علماء کو ایک نمونہ بن کر دکھا دیا جو دینی مدارس کو قومی امانت سمجھنے کی بجائے اپنی موروثی جاگیر خیال کرتے ہیں اور ان کی آمدنی سے اپنی آئندہ نسلوں کی بھلائی کے لیے سوچتے ہیں۔

خدمات اور کارنامے

حضرت امام کی وفات افسوسناک واقعہ کا ذکر کرنے سے پہلے آپ کی اس عظیم دینی خدمات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے جس نے آپ کو نہ صرف امتِ مسلمہ میں بلکہ ساری دُنیا میں زندہ جاوید بنا دیا۔ یوں تو آپ نے زندگی بھر اسلام کی اور اہلِ اسلام کی بے شمار خدمات سرانجام دیں لیکن آپ کی وہ عظیم دینی خدمت جس کا تذکرہ ہم کرنا چاہتے ہیں وہ فقہ اسلامی کی تدوین و ترتیب کی خدمت ہے جس کے صلہ میں اُمّت نے آپ کو امام الاعظم کا خطاب دیا۔ آپ نے اسی غرض سے کوفہ میں مختلف علاقوں کے تقریباً ایک ہزار علماء و فقہاء، ماہرینِ لغت و نحو اور اساتذہ تفسیر و حدیث کو ایک مجمع علمی کے طور پر جمع فرما کر ان کے ساتھ بحث و مباحثہ کے بعد اتفاق اجماع سے ہزارہا مسائل پر مشتمل اسلامی قانون کا وہ مجموعہ مدون فرمایا جس کو آج ہم فقہ حنفی کہتے ہیں اور جو اس وقت پوری امتِ مسلمہ کے اسّی فیصد راسخ العقیدہ مسلمانوں کا مذہب و مسلک اور قانونِ حیات ہے۔

مشہور تلامذہ: ہزاروں ائمہ دین اور اکابر ملت کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ عہدِ ہارون کے قاضی القضاۃ حضرت امام ابو یوسفؒ آپ کے چار پانچ خاص شاگردوں میں ہیں۔ حضرت امام عبداللہؒ بن مالک، جنہیں امیر المؤمنین فی الحدیث کہا جاتا ہے ایک مدت تک امام صاحبؒ کی خدمت میں کمال حاصل کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح حدیث کی مشہور کتاب (بخاری) جسکو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ کہا جاتا ہے اس کے مؤلف حضرت امام عبداللہ بن اسماعیلؒ امام ابو حنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

وفات: پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ امام صاحبؒ ساری عمر خلافت حقہ و خلافت راشدہ کے قیام کے لیے بے حد جدوجہد کرتے رہے۔ چنانچہ آپ کی یہی جدّوجہد آپ کی شہادت کا باعث بنی۔ وہ اس طرح کہ آپ نے عرصہ تک امیہ اور عباسی حکومتوں اور خلافتوں سے صحیح خلافت کے قیام کی امیدیں وابستہ رکھیں۔ جب خلیفہ منصور کو آپ کی سرگرمیوں کا علم ہُوا تو اُس نے آپ کو اپنے ساتھ ملانا چاہا اور قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا لیکن آپنے (باقی ص۲۴ پر)

۱۲ مئی ۱۹۸۴ء کی ایک یادگار مجلس

تحریر: کلیم انور شیرازی (متعلم ایف ایس سی)

جو کرامت کے ہیں منکر وہ مرے پاس آئیں

جانشین شیخ التفسیر امام الھدیٰ حضرت مولانا عبید اللہ انور نور اللہ مرقدہٗ کے سانحۂ وفات پر والدِ گرامی نے ایک نظم میں یہ شعر کہا ہے ؎

جو کرامت کے ہیں منکر وہ مرے پاس آئیں
ہاں دکھا سکتا ہوں میں اُن کو مقامِ انور

میں تو ابھی ایک طفلِ مکتب ہوں۔ نہیں جانتا کہ والدِ گرامی نے حضرت شیخ لاہوریؒ، حضرت مولانا عبید اللہ انور علیہ الرحمۃ اور اپنی زندگی میں کتنے ہی بزرگوں کی کرامتوں کے مشاہدات کیے ہوں گے، البتہ میں نے اس چھوٹی سی عمر میں حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ کی ایک کرامت کا بچشمِ حیرت مشاہدہ کیا ہے اور آج اسی کرامت کا بیان تحریر کرنے پر مجبور ہو گیا ہوں۔

یوں تو مجھے حضرت مرحوم و مغفور کی بابرکت مجلسوں میں شرکت کے کئی مواقع بچپن ہی سے میسّر آئے۔ خصوصاً تحریکِ نظام مصطفٰے کے دوران جامع مسجد شیرانوالہ میں حضرت کے زیرِ صدارت منعقد ہونے والے اجتماعات میں مفتی محمود صاحب مرحوم، علاّمہ درخواستی مدظلہٗ اور دوسرے اکابرِ ملت کے ارشادات عالیہ سُننے کا اتفاق بھی ہوتا رہا۔ اور اس دوران حضرت کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت اور اُن کی شفقت اور محبت بھی میسّر آتی رہی لیکن آج مجھے رہ رہ کر ۱۲ مئی ۸۴ء بروز ہفتہ کی وہ مجلس یاد آ رہی ہے جو شاہ ولی اللہؒ سوسائٹی کے زیرِ اہتمام مدرسہ قاسم العلوم میں منعقد ہوئی اور جس میں حضرت کے ارشادات بہت قریب سے سننے کا اتفاق ہُوا۔

میرے بھائی جان سلیم انور شیرازی گذشتہ چار پانچ سال سے بسلسلۂ حصولِ معاش کویت میں مقیم ہیں لیکن اُس پردیس میں اُن کو ایسی صحبتِ ناجنس میسّر آئی کہ بھائی جان کے دل سے والدین اور بھائی بہنوں کی محبّت ختم ہو گئی اور ہم بھائی بہن عموماً اور ہمارے والدین خصوصاً انتہائی پریشانیوں میں مبتلا ہو گئے۔ ہزار کوششوں کے باوجود بھائی جان کے دل میں ہم لوگوں کے لیے محبّت کے جذبات بیدار نہ ہو سکے اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ بھائی جان کسی جادو اور طلسم میں قید ہیں۔

ان پریشانیوں کے دوران محترم حاجی بشیر احمد صاحب کے توسط سے کویت میں مقیم محترم حاجی باقر علی ظفر صاحب، محترم مولانا احمد علی سراج صاحب اور دوسرے احباب کے ذریعہ بھائی جان کو ان جادوگروں کی قید سے رہائی کی بھی بہت کوششیں کی گئیں لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی تھی۔

سالِ گذشتہ والد صاحب نے بہت مجبور ہو کر اپنی پریشانیوں سے حضرت مولانا عبید اللہ انور کو آگاہ کیا۔ حسنِ اتفاق سے بھائی جان ۱۱ مئی ۱۹۸۴ء کو کویت سے دو مہینے کی چھٹی لے کر لاہور پہنچے۔ والد صاحب بھائی جان کو لے کر ۱۲ مئی کی شام حضرت کی خدمت میں پہنچے۔ اس شام شاہ ولی اللہ سوسائٹی کے زیرِ اہتمام ماہانہ اجلاس مدرسہ قاسم العلوم میں منعقد ہو رہا تھا۔ اس اجلاس کے مقرر پروفیسر صاحب اور سوسائٹی کے سیکرٹری مولانا فاروقی صاحب

اتفاق سے اجلاس میں تشریف نہ لا سکے۔ لہذا اسٹیج سیکرٹری کے فرائض محترم ظہیر میر ایڈووکیٹ نے انجام دیے۔ بندہ بھی والد صاحب کے ہمراہ اجلاس میں موجود تھا۔ والد صاحب کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے پہلو میں بٹھایا۔ والد صاحب نے بھائی جان کو حضرت کی بیعت کے لیے پیش خدمت کیا۔ حضرت نے بھائی جان کے ہاتھ کو اپنے دستِ مبارک میں لے کر ایک نہایت عارفانہ خطاب فرمایا۔ والدین کی فرمانبرداری کی تلقین نہایت مؤثر انداز میں فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی حاضرینِ مجلس سے والد گرامی کا تفصیلی تعارف کرایا۔ اپنے اور ہمارے خاندان کے تعلقات، والد گرامی کی صحافتی، سیاسی، ادبی اور طبّی خدمات کو سراہا خصوصاً خواجہ حافظ شیرازیؒ کے فارسی دیوان کے منظوم اُردو ترجمے کی (جو والد گرامی کر رہے تھے) بے حد تعریف فرمائی اور پھر سورۃ کوثر کی تفسیر و تشریح نہایت عالمانہ لیکن سادہ اور عام فہم انداز میں بیان فرمائی۔

سچ تو یہ ہے کہ حضرت کے اس مجلس میں بیان کردہ ارشادات کی روشنی میں مجھے اپنے والد گرامی کی شخصیت کو سمجھنے کی روشنی ملی۔ جب یہ بابرکت مجلس ختم ہوئی تو محترم ظہیر میر صاحب نے والدِ گرامی سے فرمایا کہ آج کی مجلس تو شاہ ولی اللہ رحؒ کے بجائے آزاد شیرازی صاحب کے نام سے منسوب ہونی چاہیے۔

اس بابرکت بلکہ باکرامت مجلس سے رخصت ہونے کے بعد میں نے بھائی جان کے مزاج اور طبیعت میں حیرت انگیز انقلابی تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا۔ اُسی روز سے بھائی جان کے دل میں والدین کی عظمت اور بھائی بہنوں کی محبّت پیدا ہوگئی۔ اور اب وہی بھائی جان پانچ وقت کے نمازی کویت میں مولانا احمد علی سراج اور حاجی باقر علی ظفر صاحب کی مجالسِ ذکر میں باقاعدگی سے شرکت کے عادی ہیں اور ہر خط میں ہم دونوں بھائیوں کو والدین کی خدمت اور اطاعت کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔

اپنے تازہ ترین خطوں میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات پر گہرے غم و اندوہ کے اظہار کے ساتھ یہی لکھ رہے ہیں کہ میں ہر روز تلاوتِ قرآن کے ساتھ حضرتؒ کی مغفرت اور بلندئ درجات کی دُعائیں کرتا رہتا ہوں۔

حضرتؒ کے بیمار ہونے سے پہلے والد صاحب نے ہم دونوں بھائیوں سے کہا تھا کہ اس مرتبہ سلیم انور جب لاہور آئے گا تو نعیم انور اور کلیم انور دونوں کو بھی حضرتؒ کی بیعت کراؤں گا۔

حضرتؒ اس دنیا سے تشریف لے گئے اور میرے دل میں اُن سے بیعت ہونے کی حسرت ہی رہ گئی۔

آج سے تین برس پیشتر والد گرامی سخت بیمار ہوئے اور ان کا صحت یاب ہونا ممکن دکھائی نہ دیتا تھا لیکن اسی دوران حضرتؒ غریب خانہ پر والد صاحب کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور فرمانے لگے۔ ”شیرازی صاحب! آپ انشاء اللہ جلد صحت یاب ہو جائیں گے اور آپ کی عمر بہت لمبی ہے کیونکہ آپ خلقِ خدا کی خدمت کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی حضرت نے پانی دم کر کے عنایت فرمایا اور والد گرامی جو بستر سے اٹھ نہیں سکتے تھے ایک ہفتہ کے اندر چلنے پھرنے کے لائق ہو گئے اور جلد ہی صحت یاب ہو گئے۔

حضرتؒ کی ان دو کرامتوں کا میں عینی شاہد ہوں اور مجھے یقین ہو چکا ہے کہ واقعی

؎ نگاہِ مردِ مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

اللہ تعالیٰ کے حضور دست بدعا ہوں کہ وہ تعلق جو میرے دادا جان مرحوم سے حضرت شیخ لاہوریؒ کا قائم ہوا جسے حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے اپنی کمالِ شفقت۔۔ سے پروان چڑھایا وہ جانشینِ امام الھدیٰ حضرت میاں محمد اجمل قادری مدظلہ العالیٰ کی ذاتِ گرامی سے ہم بھائیوں کو بھی نصیب ہو اور یہ سلسلۂ ربّانی اور یہ تعلق روحانی ہماری نسلوں میں تا یومِ قیامت قائم و دائم رہے۔ (آمین)

مکتوبِ کویت

زاھد جاوید

امام الھدیٰ حضرتؒ مولانا عُبید اللہ انور قدس سرہٗ کے سانحۂ ارتحال پر

کویت میں تعزیتی اجتماع

★ مولانا احمد علی سراج، حاجی باقر علی ظفر کا خراجِ عقیدت

★ مجلس ذکر ___ اور ___ قرآن خوانی

انور ایسوسی ایشن کویت کے زیر اہتمام بروز جمعۃ المبارک بتاریخ ۱۷ مئی ۱۹۸۵ء کو بعد از نماز عشاء قرب نادی النصر منطقۃ العارفیہ ایک تعزیتی جلسہ منعقد ہُوا جس میں امام الھدیٰ عالمِ اسلام کی متاعِ بے بہا دَورِ حاضر کے قطبِ ربّانی ولی ابن ولی جانشین شیخ التفسیر حضرت پیر و مرشد مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کی علمی، دینی، سیاسی، مذہبی اور سماجی خدمات کو زبردست خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ اس جلسے میں کویت کے اردو جاننے والے پاکستانی، ہندوستانی، بنگلہ دیشی اور افغانی باشندوں نے شرکت کی۔

جلسے کی کارروائی کا آغاز حضرت اقدس کی روحِ مطہرہ کو ایصالِ ثواب کے لیے مجلسِ ذکر سے ہُوا۔

یاد رہے کہ کویت میں حضرت اقدس پیرِ طریقت ولی ابن ولی مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ کی خصوصی اجازت سے عرصہ تین سال سے الحاج حاجی باقر علی ظفر صاحب باقاعدگی سے مجلسِ ذکر منعقد کروا رہے ہیں حسبِ سابق مجلسِ ذکر حاجی باقر علی ظفر صاحب مدظلہ العالی نے منعقد کروائی۔ مجلسِ ذکر کے فوراً بعد حضرت مولانا احمد علی سراج صاحب نے اپنی تقریر کا آغاز خطبۂ مسنونہ کے ساتھ فرمایا۔

ہم یہ بتانا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ عرصہ تین سال سے مجلس ذکر کے فوراً بعد دینی موضوعات اور فکرِ آخرت پر حضرت مولانا احمد علی سراج صاحب کا ایمان افروز بیان ہوتا چلا آ رہا ہے۔ بیان کے بعد دینی سوالات و جوابات کا سلسلہ بھی چلا آ رہا ہے۔

لیکن اس دفعہ مولانا احمد علی سراج صاحب اپنے بیان میں اس قدر ڈوبے ہوئے تھے کہ بڑی سادگی کے انداز میں موت کے بارے میں قرآنی آیات اور حدیث شریف کے حوالوں سے بیان فرمایا۔

انہوں نے اپنی تقریر میں سلف صالحین اور بزرگانِ دین کی وفات کے واقعات بیان فرمائے اور یہ بتایا کہ مؤمن موت کے لیے ہمیشہ تیار رہتا ہے۔ انہوں نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمّد زکریاؒ کے ملفوظات اِس موضوع پر حوالوں کے ساتھ بیان فرمائے اور فرمایا کہ اللہ کے نیک اور مقدس بندے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو ان کو مرنے کے ساتھ ہی آخرت کی مسرتیں اور خوشیاں محسوس ہونے لگتی ہیں۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمّد زکریاؒ نے سہارنپور میں رمضان المبارک کے آخری عشرے میں سینکڑوں علماءِ کرام کے ساتھ اعتکاف کے

موقعہ پر یہ ارشاد فرمایا تھا کہ

"عزیزو! تم اپنی ولادت کو یاد کرو کہ تم رو رہے تھے اور سب ہنس رہے تھے۔ ایسی زندگی گزارو کہ جب تمہیں موت آئے تو تم ہنس رہے ہو اور سب رو رہے ہوں لیکن ایسا ہوتا بڑی محنت کے بعد ہے۔"

مولانا احمد علی سراج نے فرمایا جب قطب زماں حضرت لاہوریؒ اس دُنیا سے رخصت ہوئے تھے تو رضا بہ رضائے الٰہی سجدے کی حالت میں اللہ سے کلام کرتے ہوئے ہمیشہ کے لیے خدا کو جا ملے تھے اور آج امام الھدیٰ رخصت ہوئے ہیں تو وہ بھی ذکرِ الٰہی میں مشغول اشاعتِ اسلام اور اعلاء کلمۃ الحق کا فریضہ ادا کرتے ہوئے دنیا سے گئے ہیں۔ حضرت اقدس کی وفات کی خبر دنیا میں جہاں جہاں جس وقت پہنچی یوں محسوس ہوتا تھا کہ چمن ویران ہو گیا۔ دنیا کے اخبارات سے معلوم ہوا کہ آپ کی وفات کے بعد ہزاروں کی تعداد میں لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اس لیے کہ فرزندانِ توحید کو اُن سے والہانہ محبت تھی اور عصرِ حاضر میں آپ جلیل القدر اہل اللہ میں سے تھے۔ ان کی روحانی اور علمی فیوض و برکات سے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا طبقہ مستفید ہو رہا تھا۔

پاکستان کی تاریخ میں کوئی سیاسی، مذہبی اور اصلاحی تحریک ایسی نہیں جس کی لاہور میں حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ نے قیادت نہ کی ہو، تحریکِ جمہوریت ہو یا تحریکِ ختمِ نبوت اکثر سیاسی اور دینی تحریکوں کی قیادت کا سہرا حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کے سر رہا۔ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کی شخصیت ایسی تھی کہ ان کی دعوت پر علماء کرام کے مختلف طبقوں سے تعلق رکھنے والے رہنما ایک پلیٹ فارم پر آپ کی قیادت میں اکٹھے ہو جاتے تھے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کی زندگی جہد و عمل، عزم و ہمت، استقلال و پامردی، جرأت و ایثار، شرافت و دیانت، سادگی اور خلوص کا مرقع تھی۔

آپؒ حرف ولایت کے اسرار و رموز اور تصوف و سلوک کی منازل سے ہی آشنا نہیں بلکہ وسیع النظر روشن خیال عالمِ دین، حق گو، نڈر مجاہد منجھے ہوئے صاحبِ فراست و کردار سیاسی راہنما، دانشور اور اسلامی شرافت و محبت کا ایسا پیکر تھے جنہیں تمام علمی، تہذیبی، دینی اور سیاسی حلقوں میں یکساں مقبولیت تھی۔

حضرت اقدس مرحوم کی ہمہ گیر شخصیت کا ذکر کرتے ہوئے مولنا احمد علی سراج نے مزید فرمایا۔

"آپؒ آفاقی سیاسی بصیرت رکھنے والے عظیم مدبر تھے۔ آپؒ ہمیشہ فروعی اختلافات سے بالاتر ہو کر عظیم تر اسلامی جمہوری حقوق کے لیے سرگرمِ عمل رہے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر مکتبِ فکر کے علماء، سیاسی لیڈر، صحافی، دانشور، شعراء اور ہر قسم کے لوگ آپ سے محبت رکھتے تھے۔ ملک کے اندر اور باہر لاکھوں افراد آپؒ کے روحانی سلسلے سے متعلق ہیں اور آپؒ کے مریدین میں شامل ہیں۔

مولانا سراج کی تقریر کے بعد انور ایسوسی ایشن کے جنرل سیکرٹری جناب زاہد جاوید نے درج ذیل تعزیتی قراردادیں پڑھ کر سُنائیں۔

آج کا یہ تعزیتی اجلاس عالمِ اسلام کے عظیم دینی رہنما قطب ربّانی ولی ابن ولی جانشین شیخ التفسیر پیرو مرشد حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ کو ان کی دینی و ملی خدمات پر انہیں زبردست خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے اور اسلامیانِ کویت کے علاوہ جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ ملک کے سیاسی معاملات میں حضرت اقدسؒ کے اصولوں پر سختی سے کاربند رہیں اور ان کی قائدانہ رہنمائی کو فراموش نہ کریں۔ یہ اس صورت میں ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ جب جمعیۃ علماء اسلام ایک پلیٹ فارم پر پورے اخلاص کے ساتھ سلف صالحین کے احترام کو بجا لاتے ہوئے اپنی تنظیمِ نو کرے۔

۲۔ آج کے جلسے میں ہم مسلمانانِ کویت اپنے تمام سلف صالحین بزرگانِ دین

باقی ص ۲۶ پر

تحریر: سید امین گیلانی

عجیب و غریب

وہ رات دس بجے آیا ٹھاٹھ باندھے ہوئے تھا۔ میں محتاط ہو گیا کوئی دشمن نہ ہو!!

(انتخاب: ظہیر میر)

میرے جاننے والے جانتے ہیں کہ میں پریشانی میں بھی چہرے پہ شادمانی کے آثار رکھنے کا عادی ہوں اور یاروں میں ہنسنا ہنسانا میرا مزاج ہے۔

سردیوں کا موسم تھا عیدِ قربان میں دو دن بقایا رہ گئے تھے۔ اور میرے پلّے کچھ بھی تو نہیں تھا کہ عید کی ضرورتوں کے لئے اہل و عیال کو دے سکتا۔ میری بیوی میرے مزاج سے واقف تھی۔ وہ ہمیشہ ایک آدھ بار کسی ضرورت کا اظہار کر کے پھر احتراماً خاموش رہتی ہے۔ یہی صورتِ حال ان دنوں تھی۔ میرے دل پہ کیا بیت رہی تھی یہ میں جانتا تھا یا میرا اللہ۔ اُس روز میں عشاء کی نماز پڑھ کر بستر میں گھس گیا۔ اور رازداری سے اللہ میاں سے باتیں شروع کر دیں۔ پتہ نہیں کیا کیا کن کن الفاظ میں عرض کیا۔ یونہی بادیدۂ نم نیند آ گئی۔ پھر کسی نے اچانک دروازہ کھٹکھٹایا گھڑی دیکھی تو دس بج چکے تھے۔ حیران ہُوا اس وقت کون آ گیا۔ سردی کی وجہ سے اٹھنے کو بھی جی نہ چاہے۔ بادلِ نخواستہ اٹھ کر دروازہ کھولا تو ایک نوجوان ٹھاٹھ باندھے کھڑا تھا۔ دونوں ہاتھ بغلوں میں۔ جی میں آیا کوئی دشمن نہ ہو۔ جلدی سے بڑھ کر میں نے اس کا ٹھاٹھ اتار دیا۔ پھر پوچھا انسان ہو کہ جنّ؟ وہ مسکرا کر بولا۔ انسان۔ میں نے دیکھا اُس کے دونوں ہاتھ خالی تھے۔ کہا سردی بہت ہے اندر آ جاؤ۔ لا کر مہمان خانہ میں بٹھا دیا۔ پوچھا۔ کہاں سے آئے ہو؟ اور اس وقت کیوں آئے ہو۔ اُس نے کہا۔ میں جامعہ مدنیہ لاہور کا طالب علم ہوں۔ عشاء کے بعد مولانا عبیداللہ انورؒ کا شیرانوالہ سے مولانا حامد میاں صاحب کو فون آیا کہ فوراً کسی طالب علم کو ان کے پاس بھیجیں۔ انہوں نے مجھے مولانا عبیداللہ انور صاحب کے پاس بھیجا۔ حضرتؒ نے مجھے ایک لفافہ دیا کہ اسی وقت شیخوپورہ جاؤ اور امین گیلانی صاحب دے آؤ۔ پھر مجھے صبح فون پر اطلاع دینا کہ دے آئے ہو!"

یہ کہہ کر اس نے ایک لفافہ میرے ہاتھ میں دے دیا۔ میں نے اس کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ جب میں نے لفافہ کھولا تو اس میں تین صد روپے کے نوٹ تھے۔ جو ان دنوں ہماری عید کے لئے کافی تھے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ عشاء کے بعد ادھر میں اللہ میاں سے باتیں کر رہا تھا اللہ میاں ادھر مولانا عبیداللہ انورؒ صاحب سے کہہ رہے ہوں گے وہ مجھ سے مانگتا مانگتا سو گیا ہے تم نہ سونا جب تک کہ میرے اس فقیر کو رقم نہ بھجوا دو۔ "اللہ غنی" وانتم الفقراء

بقیہ: امام اعظمؒ

اس عہدہ کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا۔ منصور ناراض ہوگیا اور آپ کو مرعوب کرنے کے لیے اس نے دوسرا حربہ آزمایا، یعنی آپ کو جیل میں بھیج دیا لیکن حضرت امام صاحبؒ نے وہاں بھی اپنا مشن یعنی تبلیغِ حق جاری رکھی جس سے منصور کو زیادہ خطرہ پیدا ہُوا اور بالآخر اُس نے آپ کو جیل میں زہر دلوادی اور ۱۵ رجب ۱۵۰ھ کو علم و عرفان، فقہ و حدیث، قانون تدبیر و دانش، صداقت و حق گوئی، غیرت و خودداری اور ایثار عزم کا یہ پیکرِ مجسّم اس دُنیا سے رخصت ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ امام موصوف کی مبارک زندگی امتِ مسلمہ کے ہر طبقے کے لیے طلباء سے علماء تک، ایک معمولی دکاندار سے اعلیٰ درجہ کے تاجر تک اور ایک عام شہری سے بڑے بڑے سیاست دانوں تک کیلئے راہنما خطوط موجود ہیں۔ اگر ہم انہی خطوط پر اپنی زندگی کی بنیادوں کو استوار کریں تو دینی و دنیوی کامیابیاں اور انفرادی و اجتماعی، قومی و ملّی ترقیاں اور کامرانیاں یقیناً ہمارے قدم چومے گی۔

بقیہ: اداریہ

اور وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ راشدیہ کی ذمہ داری ہے اور ہمیں چاہئے کہ اس ذمہ داری کے احساس کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے انجمن خدام الدین کے ساتھ اپنے رابطہ، عقیدت اور حسن عمل سے تعلق کو پہلے سے زیادہ مضبوط کریں اللہ تعالےٰ حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالےٰ کے جانشین حضرت مولانا میاں محمد اجمل قادری صاحب کو اپنے عظیم باپ اور عظیم دادا کے علمی، روحانی اور دینی مشن کو جاری رکھنے اور آگے بڑھانے کی توفیق دیں۔ اور ہم سب کو ان کے ساتھ پہلے سے زیادہ تعاون اور رفاقت کی توفیق بخشیں تاکہ ہم حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کی اس عظیم امانت کو آنے والی نسلوں تک اس کی صحیح اور مکمل صورت میں پہنچا سکیں اور کل قیامت کے روز ہمیں اپنے حضرت رحمہ اللہ تعالےٰ کے سامنے اس مشن کی حفاظت و ترقی کے سلسلہ میں شرمساری نہ ہو۔ آمین یا الہ العالمین

بقیہ: خطبہ جمعہ

حکموں کی فرمانبرداری کریں اور اس کی ہر مخلوق سے رحم اور شفقت مہربانی کا سلوک کریں لیکن جن لوگوں کے دل اقتدار اور دولت کے نشے میں پتھر ہو جائیں اَوْ اَشَدُّ قَسْوَۃً بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو چکے ہوں تو پھر وَقُوْدُھَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ ان لوگوں کی سنگدلی انہیں جہنم کا ایندھن بنا دے گی۔ قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا۔ اپنے اہل و عیال اور اپنے آپ کو جہنم کی بچانے کی آج فکر کرو۔ رمضان کا مہینہ تمہارے لئے خدا کی رحمتوں اور مغفرت کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس میں ایک نیکی سات سو نیکیوں کا اجر دلا سکتی ہے اور اگر خلوص نیّت سے رزق حلال خرچ کر کے کسی ایک غریب روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلا دو گے اور احترام و محبت کے ساتھ اسے ٹھنڈا میٹھا پانی پلاؤ گے تو نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے سَقَاہُ اللّٰہُ مِنْ حَوْضِیْ شَرْبَۃً لَا یَظْمَأُ حَتّٰی یَدْخُلَ الْجَنَّۃَ اللہ تعالےٰ اس کو قیامت کے روز میرے حوض کوثر سے ایسا سیراب کرے گا کہ جس کے بعد اس کو کبھی پیاس نہیں لگے گی۔ حتّٰی کہ وہ جنّت میں داخل ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رمضان کا پوری طرح احترام کرنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے

ہلالِ عید ہماری ہنسی اُڑاتا ہے

ہلالِ عید اُفق پر ہُوا ہے جلوہ فگن   ہے چاک خنجرِ غم سے فلک کا پیراہن
تہی دُعا کے اثر سے حرم کا ہے دامن   ترس گیا ہے نواہائے زندگی کو چمن
نظر میں کیفِ مسرّت ابھی نہیں لایا
ہلالِ عید، پیامِ خوشی نہیں لایا

نظر میں کوئی خوشی ہے نہ لب پہ کوئی ہنسی   ہجومِ عید سے بھی کِھل سکی نہ دل کی کلی
جمالِ حُسن کی کوئی کِرن نہیں پھُوٹی   حیات موت کے دامن کو ڈھونڈتی ہے ابھی
چمن میں بادِ خزاں نے وہ گُل کھلایا ہے
کہ آدمی سے جُدا آدمی کا سایا ہے

نہ آرزوئے تبسّم نہ حسرتِ پرواز   ہر ایک ساز ہے اپنی شکست کی آواز
کچھ اس طرح سے مہِ عید کا ہُوا آغاز   کہ غزنوی ہے اسیرِ کمندِ زلفِ ایاز
حریمِ کعبہ میں پھر ہے بتوں کی جلوہ گری
ہلالِ عید! کہاں ہے چراغِ مصطفوی؟

ہر ایک دل میں کسک ہے ہر آنکھ پُرنم ہے   حیا کا خون ہُوا ہے، وفا کا ماتم ہے
ہلال عید نہیں ہے مہِ محرّم ہے   بقولِ حضرتِ اقبال اب یہ عالم ہے
پیامِ عیش و مسرّت ہمیں سُناتا ہے
"ہلالِ عید ہماری ہنسی اڑاتا ہے"

(خُدام الدّین کے لیے)

آزاد شیرازی

بقیہ: تعزیتی اجتماع

کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے موجودہ حیات بزرگانِ دین پر مکمل اعتماد کا اظہار کرتے ہیں اور خاص کر حافظ الحدیث والقرآن عارف باللہ جمعیۃ علماءِ اسلام کے سرپرستِ اعلیٰ حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی مدظلہ العالی کی ولولہ انگیز اسلامی قیادت و سیادت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں۔

آخر میں مولانا احمد علی سراج اور جمیع اہلِ مجلس نے حضرت اقدس رحمۃ اللہ کے لیے بلندیٔ درجات اور آپ کے فیض و برکات کے دنیا میں عام ہونے کی دُعا فرمائی۔ جلسے کے بعد تمام شرکاء کو انتظامیہ کے سربراہ حاجی عبدالقیوم مرزا نے تناول ماحضر پیش کیا۔

شوال کے چھ روزے

عید کے بعد

عَنْ اَبِی اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ۔ رَوَاہُ مُسْلِمْ۔ ترجمہ: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے۔ اس کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا۔ صحیح مسلم

تشریح: رمضان کا مہینہ اگر ۲۹ دن کا ہو تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے تیس (۳۰) روزوں کا ثواب دیتے ہیں اور شوال کے ۶ نفلی روزے شامل کرنے کے بعد روزوں کی تعداد ۳۶ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون الحسنۃ بعشر امثالھا (ایک نیکی کا ثواب دس گنا) کے مطابق ۳۶ کا دس گنا ۳۶۰ ہو جاتا ہے اور پورے سال کے دن ۳۶۰ سے کم ہی ہوتے ہیں۔ پس جس نے پورے رمضان المبارک کے روزے رکھنے کے بعد شوال میں ۶ نفلی روزے رکھے وہ اس حساب سے ۳۶۰ روزوں کے ثواب کا مستحق ہوگا۔ پس اجر و ثواب کے لحاظ سے یہ ایسا ہی ہُوا جیسے کوئی بندہ سال کے ۳۶۰ دن برابر روزہ رکھے۔ (معارف الحدیث)

کی ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکے۔

پیارے بچو! ہم ۲۴ گھنٹوں میں ۲۴ ہزار سانس لیتے ہیں اگر ۲۴ ہزار بار "اللہ ہو" کہہ لیا جائے۔ نجات ہی نجات ہے اندر آنے والی ٹھنڈی ہوا پر "اللہ" کہے اور جب ٹھنڈی ہوا اندر جسم کے کام کر کے باہر جانے لگے تو "ہُو" کہو۔ لو کام بن گیا، نجات ہو گئی۔ اگر اس قدر نہ ہو سکے تو جس قدر بھی ہو سکے "اللہ ہُو" پڑھ لیا کرو۔ سچ ہے کہ ؎

اے کریمے کہ از خزانہ غیب
گبر و ترسا وظیفہ خود داری
دوستاں را کجا کُنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

ترجمہ: اے کریم! تو اپنے غیب کے خزانے سے کافر، بت پرست اور نصاریٰ کو روزی پہنچاتا رہتا ہے۔ پھر یہ کہاں ممکن ہے کہ تو اپنے دوستوں کو یوں ہی چھوڑ دے جب کہ تو دشمنوں کا بھی خیال رکھتا ہے۔

پیارے بچو! خوب یاد رکھو اور اپنے ذہن میں مضبوطی سے بٹھا لو ـــــــ کیا؟ ؎

جو مانگنا ہے مالکِ ارض و سما سے مانگ
کیوں مانگتا ہے بندوں سے اپنے خدا سے مانگ
ترا خدا کریم ہے اور پادشاہ بھی
مخلوق تو گدا ہے نہ ہرگز گدا سے مانگ

عید کی تعطیلات کے باعث ۲۸ رجون کا پرچہ شائع نہیں ہوگا۔ (مدیر)

بچوں کا صفحہ



جس کے بغیر زندگی ممکن نہیں

سادی پانی پتی، شاد باغ لاہور

پیارے بچو! سانس کے جسم کے اندر آنے اور جسم سے باہر جانے کا نام زندگی ہے۔ اگر یہ سلسلہ جاری ہے تو انسان زندہ ہے ورنہ مردہ۔ اور تم جانتے ہو کہ زندہ کے سب دوست ہیں۔ مگر مردہ کا کوئی بھی دوست نہیں بلکہ اُسے پہلی فرصت میں اُس گھر پہنچا دیا جاتا ہے جہاں سے واپسی نہیں۔

میں چچا سعدیؒ کی گلستان پڑھ رہا تھا کہ یہ فقرہ میری نظر سے گذرا۔

"ہر نفسے کہ فرو می رود ممدِ حیات است و چوں بر می آید مفرحِ حیات است۔" یعنی ہر وہ سانس جو جسم کے اندر جاتا ہے شمعِ حیات کو فروزاں کرتا ہے اور جب وہ سانس باہر آتا ہے تو چراغِ زندگی کو فرحت بخشتا ہے۔ شانِ کریمی دیکھیئے کہ ایک ہی سانس میں اللہ نے دو نعمتیں رکھ دی ہیں۔ ایک نعمت وہ ہے کہ جو سانس کو اندر لے جاتی ہے اور زندگی کو بڑھاتی ہے اسے ہم سائنسی دنیا میں اوکسیجن گیس کہتے ہیں۔ دوسری نعمت وہ ہے کہ جو گرم گرم اور گندی ہوا کو باہر لاتی ہے اسے ہم سائنسی دنیا میں کاربن ڈائی اوکسائڈ گیس کہتے ہیں۔ ذرا غور کیجئے کہ جس گرم ہوا کو ہم سانس کے ذریعے باہر نکالتے ہیں اسے عالمِ نباتات (پودے اور درخت) اپنے اندر جذب کر لیتے ہیں اور اس کی جگہ اوکسیجن گیس اگل دیتے ہیں اور وہ ہم کھا لیتے ہیں۔ یہ ہے، انتظامِ عالم کہ جو روزِ اوّل سے چل رہا ہے اس ضرورت کے پیشِ نظر ہر گھر پودے لگائے جائیں تاکہ وہ ممدِ حیات اور مفرحِ زندگی بن سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری حکومت ہر سال پودے لگانے کا کام انجام دیتی ہے۔

شیخ سعدیؒ کی بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی وہ اللہ والی بات کہتے ہیں:-

"بر ہر نعمتے شکر واجب است۔" پس ہر نعمت پر شکر واجب ہے۔

اور اس شکر کے ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جب سانس جسم کے اندر جائے، تو خاموشی سے "اللہ" کہو، اور جب سانس باہر آئے تو "ھُو" کا ڈنکہ بجاؤ۔ مگر مزہ تو جب ہے کہ یہ کام بھی ہوتا رہے اور کسی کو کانوں کان تک بھی نہ خبر ہو کہ دل کی دنیا کیا کہہ رہی ہے۔ سچ ہے کہ:-

از دست و زباں کہ بر آید
کز عہدۂ شکرش بدر آید

کس کے زبان اور ہاتھ سے ممکن ہے کہ اس کے شکر

باقی صـ۲۶ پر